السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مسلک اہل حدیث کی حقیقت واصلیت

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مسلک اہل حدیث کی حقیقت واصلیت

حققیت یہ ہے کہ عہد رسالت میں سوائے کتاب اللہ کے نہ کوئی کتاب لکھی گئی تھی۔ نہ فقہی احکام ہی جمع کرکے لوگوں کو ان کی اتباع کےلئے کہا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کا یہ معمول تھا کہ وہ قرآنی احکام پر عمل کرتے۔ اور جو کچھ دریافت کرنا ہوتا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھ لیتے تھے۔ یا خود آپ ﷺ کوئی حکم فرماتے۔ یا تقریر کرتے یا کوئی کام کرتے اور جو لوگ اس وقت خدمت مبارک میں موجود ہوتے وہ اسے یاد کرلیتے۔ اور جو اس وقت موجود نہ ہوتے ان کو زبانی یا لکھ کر پہنچادیتے۔ اور خود نبی کریم ﷺ نے بعض احکام لکھواکر روانہ فرمائے۔ چنانچہ محمد بن عمرو بن حزم کو ایک پوری کتاب روانہ فرمائی۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تبلیغ احادیث نبویہ اوران کے مطابق فتویٰ دینے کےلئے ایک جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی قائم ہوگئی تھی۔ جس میں بڑے بڑے مندرجہ زیل صحابہ کرام موجود تھے۔ خلفائے راشدین عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی بن کعبرضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ بن جبلرضی اللہ تعالیٰ عنہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلمان فارسی رضوان اللہ عنہم اجمعین جب آپ ﷺ نے وفات پائی۔ خلافت راشدہ کا ممتاز زمانہ آیا۔ اور کثرت فتوحات کے سبب اسلام دور دور ممالک میں پہنچا۔ تو اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین مختلف اطراف میں پھیل گئے کوئی شام چلاگیا۔ کوئی عراق۔ کوئی مصر۔ کوئی بصرہ۔ وہاں بھی ان کا طریق عمل وہی رہاکہ جو کچھ انہوں نے آپ ﷺ کو کرتے دیکھا تھا۔ یا سنا تھا۔ اسی پر خود عمل کرتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے اگر کوئی مسئلہ جدید پیش آجاتا۔ تو وہ کسی دوسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو وہاں موجود ہوتے دریافت کرلیتے۔ اور اگر کسی معاملے میں کوئی صریح حکم کتاب وسنت میں نہیں ملتا تھا۔ تو قرآن وحدیث کے وضع کردہ اُصولوں پر غور کرکے اس پر اس معاملے کو قیاس کرلیا کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ آیا۔ تو انہوں نے بھی یہی روش اختیار کی جو صحابیرضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تابعی رحمۃ اللہ علیہ جس ملک یا شہر میں ہوتے۔ تو سب لوگ اس ملک اور اس شہر کے تابعی یا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسائل دین حاصل کرتے۔ اور اس وقت تک اس کے فتوے سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ جب تک کسی دوسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تابعیرحمۃ اللہ علیہ موجود ہوقت سے کوئی بات معلوم نہ کرلیتے تھے۔ چنانچہ اہل مدینہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ پر عامل تھے۔ اہل کوفہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے فتاووں پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ یہی حال دوسرے ملکوں اور شہروں کا تھا اس طرح اگرچہ عملاً بعض مسائل میں لوگ مختلف تھے مگر کوئی کسی پر نکتہ چینی نہیں کرتا تھا نہ کوئی کسی کو بُرا جانتا تھا۔ کیونکہ سب کا مقصد اتباع کتاب وسنت تھا۔

ہندوستان میں عمل بالحدیث

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ایک جم غفیر کو اہل حدیث کہلوانے کی ضرورت کیوں پڑی۔ دراصل اگر تقلیدی مذاہب کا رواج پیدا نہ ہوتا تو اس گروہ کو اپنے مسلک کا اہل حدیث نام رکھنا بے کار ہوتا۔ مقلدین کا گرو اپنے ائمہ کے اجتہادوں پر اس حد تک اڑگیا۔

انہوں نے اپنے اصول پر یہ چیز داخل کرلی کہ خواہ حدیث صحیح بھی ہو اگر امام کہ فتوی کو ہرگز نہ چھوڑا جائے اس وجہ سے ایسے مسلمان کی جو کسی امام اور فیقہ کے قول اور فتوی کی بنیاد پر حدیث کو چھوڑنا گوارا نہ کرتے تھے یہ جماعت عرب ہی میں پائی جاتی تھی مکہ ومدینہ ملک حجاز میں اس کی کثرت تھی اور وہ اس لئے کہ حدیثوں کو جاننے زیادہ تر صحابہ اکرام رضوان اللہ عنہم اجمعین تھے اور صحابہ اکرام رضوان اللہ عنہم اجمعین عموماً اسی ملک کے باشندے تھے اور اسی ملک میں زیادہ تر رہے اس لئے اہل حجاز کو اجتہاد درائے اور قیاس کی ضرورت کم پیش آئی اس کے برخلاف کوفہ بغداد اور ملک عراق کے باشندوں کو اجتہاد اور رائے قیاس سے زیادہ کام لینے کی ضرورت پڑی وہ اس لئے کہ وہاں حدیثوں کی تعداد بہت کم تھی اور صحابہ اکرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی نہایت قلیل تعداد ان ملکوں میں رہتی تھی یہی وجہ ہے کہ قدیم اہل علم میں علماء اہل حجاز کو اہل حدیث اور اہل روایت کے نام سے اور اہل عراق کو اہل اجتہاد اہل الرای کے نام سے پکارا جانے لگا بس یہ سے اہلحدیث اور اہل الرائے کے راستے الگ الگ ہوگے اہل الرائے یہاں تک بڑھے کہ کثرت سے اماموں کے فتادوں ہی کو ماننے لگے اور اکثر حدیثوں کو چھوڑ دیا اور احادیث کے ڈھونڈنے والوں اور مشعل راہ بنانے والوں کی اس قدر کمی ہوگئی کہ عراق وغیرہ کے شہروں میں عنقا ہوگئے جیسا کہ امام سفیان ثوری علیہ السلام نے یوسف بن اسباط علیہ السلام سے فرمایا

واذا بلغک عن احد بالمشرق انہ صاحب السنة فابعث الیہ بالسلام واذا بلغک عن الاخر بالمغرب انہ صاحب السنة فابعث الیہ بالسلام فقد قل اہل السنة

یعنی ایک شخص مشرق میں اور دوسرا مغرب میں پابند سنت ہو اور تمہیں خبر مل جائے تو ان کو اپنا ہدیہ اسلام ارسال کرو کیوں کہ اہل سنت کی تعداد کم ہوگئی ہے امام سفیان ثوری علیہ السلام کے اس قول کو امام ابن جوزی علیہ السلام نے اپنی مشہور کتاب تلبیس ابلیس میں نقل کیا ہے جن کی احتیاط نقک محدثین میں بہت شہرت کی ہے جب اسلام عرب سے نکل کر عجم کی طرف اور عربی الاصل مسلمان اپنے اپنے معتقدات اور مسلمات کو لے کر جانے

لگے تو تاریخ کی کتابوں اور عرب سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں کی تحریرت دبیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمدورفت کے دو ہی راست تھے (1) خشکی کے راستے عراق اور ایران سے ہوتے ہوئے خراسان کے دروں سے گزر کر شمالی ہند میں پہنچے تھے 2 عراق عرب ویمن سے چل کر بادبانی کشتیوں کے ذریعے دیبل ٹھٹھ تھانہ علاقہ بمبئی اور دوسرے سواحلی بلادہائے میں پہنچے تھے ہندوستان میں عام طور پر کثرت سے حنفی مذہب کے ماننے والے آئے ہیں بالخصوص خشکی کے راستے تھے شمالی ہند میں جو لوگ آئے وہ عموما حنفی الذہب تھے البتہ سواحلی راستوں سے آنے والوں میں شافعی الذہب تھے اور اہلحدیث بھی تھے جس کا ثبوت تاریخوں سے بھی ملتا ہے اور آج بھی اس کے شواہد اس ملک میں موجود ہیں اس لئے سواحلی شہروں میں شوافع کی آبادی بکثرت پائی جاتی ہے نیز جزاز میں ان کی کثرت ہے سندھ کو اگرچہ مسلمانوں نے پہلی صدی کے آخر میں فتح کیا عرب سیاحوں کے بیانات سے معلوم ہت ہے کہ ان کی بستی یہاں پہلے سے موجود تھی محمد بن قاسم کی فتح سے پہلے پانچ سو عرب مسلمان ایک عرب سردار کی ماتحتی میں مکران سے بھاگ کر راجہ داہر کے یہاں چلے آئے تھے یہی وہ راجہ داہر ہے جس پر محمد بن قاسم نے فتح پائی تھی اس زمانے کی تاریخوں میں اور عرب سیاحوں کے سفرناموں میں اس وقت کے حالات تو تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ محمد بن قاسم کے ساتھ جو مسلمان آئے تھے چونکہ اس وقت تقلیدی مذہب پیدا ہی نہ ہوئے تھے اس لئے تقلیدی مذاہب کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا یہ یقین ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے لے کر دوسری صدی کے آخر تک جو مسلمان دنیا کے کسی حصہ میں گئے یا ہندوستان میں آئے وہ سب ہی مسلک اہلحدیث کے پابند تھے جس کا ثبوت اس طرح پر ہے کہ تاریخ اور تذکرۃ الرجال میں علم حدیث کے راویوں کے حالات کی چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ میں اسی زمانے میں بیشمار راویان حدیث موجود تھے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں ابو مشر سندھی ابو عبدالملک محمد بن ابو معشر سندھی امام اوزی جن کی بابت امام الحدثین حافظ حجر تحریر فرماتے ہیں – وکان اصلہ من السباء السند حافظ محمد خلف بن سالم سندھی ابوالعباس فضل بن سکین سمیت سندھی ابونصر فتح بن عبداللہ سندھی ابوال عطاء سندھی جو بہت مشہور قادر الکلام شاعر بھی تھے ربیع بن صبیح سندھی بصری امام ربیع بن صبیح اتباع تابعین میں سے ہیں جنھوں نے تابعین کا زمانہ پایا ہے اور ان سے علوم حاصل کیے ہیں جو ہندوستان کے ۔

کسی غزوہ میں بھی شریک ہوئے تھے اور اسی میں شہید ہوگئے بعض تذکرہ نویسوں نے گجرات کے شہر بھڑونچ میں ان کی قبر کا نشان بھی بتایا ہے صاحب طبقات ابن سعد اپنی مشہور کتاب میں تحریر فرماتے ہیں

(-خرج غاذیا الی الھند فی البحر فمات فدفن فی جزیرۃ من الجزائر س 140 ہجری فی الاول خلافۃ المھدي اخبرنی بذلک شیخ من اہل البصرۃ کان معہ (طبقات ابن سعد قسم دوم ج ۷ ص ۳٤

علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں اور علامہ ابن عماد الحنبلی نے اپنی مشہور کتاب شذرۃ الذہب میں بھی اسی کے قریب قریب لکھا ہے یہ حالات و واقعات دوسری صدی کے ہیں جو ہم بیان کر رہے ہیں ورنہ تیسری چوتھی صدی میں تو اہلحدیثوں کا سندھ میں عام طور پر پھیل جانا تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے چنانچہ عرب کے مشہور سیاح بشاری مقدی جو 375- ہجری میں ہندوستان آیا تھا اپنی مشہور کتاب احسن التقاسیم میں سندھ کے مشہور شہر منصورہ کے حال میں لکھتا ہے یہاں کے ذمی بہت بت پرست لوگ ہیں اور مسلمانوں میں اکثر اہل حدیث ہیں یہاں مجھے قاضی امیر محمد منصوری سے ملنے کا اتفاق ہوا جو مذہب دٲود ظاہری کے پابند تھے قاضی ابوالعباس کی احمد بن صالح منصوری سندھی کی شخصیت جلیل القدر تھی اور وہ مذہب دٲود ظاہری کے پابند تھے اسی طرح ملک کے نامور مورخ ابوظفر مذوی اپنی کتاب تاریخ میں 363- جلد اول میں رقم فرماتے ہیں حدیث کا چرچا بھی اس تک منصورہ میں زیادہ رہا ہے چنانچہ اکثر یہاں قاضی اہلحدیث ہوتے قاضی ابو محمد منصوری حدیث کے بہت بڑے عالم اسی جگہ قاضی تھے اور اپنے وقت کے امام سمجھے جاتے تھے یہ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے چونکہ حدیث کا ذوق زیادہ تھا اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ ان کی کتابیں زیادہ تر حدیث ہی میں ہوں گی دوسرے مقام پر اسی طرح تحریر فرماتے ہیں منصورہ والوں میں زیادہ تر لوگ ظاہری دٲود ظاہری محدث مذہب میں اور حدیث پر عمل کرتے ہیں قاضی ابو محمد منصوری کا ایک مدرسہ بھی ہے جس میں درس دیتے ہیں وہ خود بھی صاحب تصانیف ہیں متعدد کتابیں اچھی اچھی ان کی لکھی ہوئی ہیں ۔

روایت کے علاوہ سندھ میں بعض محدثین کا بھی تذکرہ تاریخ اسلام میں پایا جاتا ہے بہت سے تذکرہ نگاروں نے ان کے تفصیلی حالات قلم بند کئے ہیں چنانچہ جس دور کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں اس دور میں شیخ ابراہیم بن محمد بن عبداللہ دیبلی اور موسی بن ہارون اور محمد بن وعلی صواع شیخ علی بن موسی شیخ ابوالقاسم شعیب بن محمد معروف ابن ابی القطان دیبلی بہت مشہور محدث تھے محدثین کے اس قسم کے تذکرے ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اور حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اور اسمعانی نے کتاب الانساب میں بڑی تفصیل سے کیے ہیں اگر ان کی تفصیلات دیکھنی ہیں تو عرب ہند کے تعلقات مصنفہ مولانا سید سلیمان مذوی اور تاریخ سندھ مصنفہ مولانا ظفر علی مذوی مطالعہ کیجیے ۔

یہ سب حالات چوتھی صدی تک کے ہیں جو ہم بیان کر رہے ہیں اس سے آگے انقلابات شروع ہوجاتے ہیں دیالمہ سلاجقہ اور غزنویوں کا دور آجاتا ہے محمود غزنوی کے حملے ہندوستان پر شروع ہوجاتے ہیں اور بشمار مسلمان شمالی ہند میں پل پڑے ہیں اس زمانے میں نئے سرے سے کتاب وسنت کی طرف کچھ رجوع مسلمانوں میں پیدا ہوتا ہے خراسان کے شہروں میں بھی فقہ کے ساتھ ساتھ حدیث کی تعلیم شروع کی جاتی ہے جس کا کھوج اس سے لگتا ہے کہ محمود غزنوی خود حدیث کا شائق تھا جیسا کہ مشہور مصنف ابن عماد اپنی کتاب شذرۃ الذہب میں تحریر فرماتے ہیں ۔

اس کی مجلس علماء سے معمور تھی وہ علم حدیث کا شائق تھا علماء اس کی موجودگی میں حدیث کا سماع کرتے اور وہ بھی روایت لینے والوں میں ہوتا اور حدیث کے متعلق استفسار کرتا رہتا ۔

(شذرۃ الذہب جلد 3 جلد 3 ص 22 ونزہتہ الخواطر جلد 1 ص 94)

غزنوی عساکر کے ساتھ بہت سے نامور عالم اور محدث آئے اور ہندوستان اور بلاد خراسان میں علم حدیث کا چرچا ہوا مگر تھوڑے عرصہ بعد خانقاہی جمگھٹوں اور صوفیائے کرام کے جھمیلوں میں پھنس کر علم حدیث کی ترقی کو پھر بڑا بھاری دھکا لگا ایشیا کے بیشتر ملکوں میں تصوف کا رواج اس کثرت سے ہوا کہ مسلمانوں کے وہ علوم فنون جو بنی عباس اور بنی امیہ کے دوار ترقی میں مدون کیے گئے تھے خانقا بہت اور تصوف کی جھپٹ میں آگئے اور اسلام صرف تصوف اور درویشوں کے ملفوظات اور تلقینات کا ۔

نام رہ گیا ایرانیوں نے خود عربوں سے شعروشاعری کا مذاق لے لیا تھا اس سے عشق یا تغزل کا دور ایران میں آچکا تھا اس کو ایرانیوں نے تصوف کے رنگ میں ڈھال لیا اور صوفیوں کی بے شمار کتابیں عربی فارسی اور اردو نثر و نظم میں وجود میں آگیئں اور جو تصوف درویشی اور فقیری تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں حقیقی اسلام کو اپنے اندر لیے ہوئے تھی ایک نئے اسلوب میں ڈھالی گئی اور سچے متقی اور درویش اور صوفی نہ رہے بلکہ ان میں بے شمار رسومات اور بدعات پیدا ہوگئیں ۔

پانچویں صدی سے لے کر آٹھویں صدی کے اواخر تک اسی حالت میں گزرا یہی زمانہ فن تصوف کی تصائف کا ہے مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی اور شمس تبریز کی کتابیں ابن عربی کی فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم اور نظامی چشتی اور سہروردی خاندانوں کے بزرگوں کے ملفوظات انہیں عہدوں کی یادگاریں ہندوستان کے مسلمان نو مسلم تھے وہ آج کل کے متھرا اور آگرہ کے رہنے والے ملکانوں اور الور دبھرتپور کے میوئوں کی طرح مسلمان تو تھے مگر اسلام کی حقیقت سے قطعا بے خبر تھے اس لئے قرآن وحدیث کے سیکھنے پڑھنے اور سمجھنے کی اہمیت وضرورت سے تو افغانستان اور ایران بھی کماحقہ آشنا نہ رہے تھے اور کتاب وسنت کے حقیقی مفاہیم اور حقائق اس زمانے کے غیر شرعی پیروں اور فقیروں اور درویشوں کے ملفاظات وتلقینات کی جھپٹ میں آکر دھندلکے میں آگئے تھے چنانچہ اس زمانہ کے ہندی مسلمانوں کا تذکرہ ہم کو اس عہد کی مشہور تاریخی کتاب تاریخ فیروز شاہی مصنفہ ضیاء الدین برنی میں ملتا ہے جس کو ہم بطور خلاصہ کے اپنے الفاظ اور درج کرتے ہیں اگر کسی کو یہ کتاب دستیاب ہوجائے تو وہ اسے دیکھ لے دقیق فارسی جاننے والے نایاب ہوتے جارہے ہیں ایک بے نظیر محدث اور عالم جن کو شمس

الین ترک کہتے تھے مصرے حدیث کی چار سو کتابیں لے کر ملتان آئے تھے اور ملتان سے دہلی جانے کا قصد رکھتے تھے انہوں نے جب یہ بات سنی کہ ہندوستان کا بادشاہ جامع مسجد دہلی میں جمعہ کی نماز پڑھنے نہیں آتا تو وہ بہت رنجیدہ ہوئے اور شہر دہلی کے حالات سن سن کر ملتان ہی سے واپس چلے گئے واپس جانے سے پہلے انہوں نے ایک رسالہ یا خط لکھ کر سلطان علاؤالدین خلجی بادشاہ دہلی کے پاس روانہ کیا اس میں لکھا تھا کہ میں مصرے دہلی کا ارادا کر کے چلا تھا کہ دہلی میں قیام کر کے علم حدیث کی اشاعت کروں گا میں محض خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے آیا تھا کہ لوگوں کو علم حدیث کی طرف متوجہ کر کے خیانت کرنے والے پیشہ در مولویوں اور بد دیانت عالموں کی روایتوں سے نجات دلاؤں لیکن چونکہ آپ خود ہی نماز نہیں پڑھتے اور نماز جمعہ بھی ادا نہیں کرتے لہذا میں ملتان ہی سے واپس جا رہا ہوں میں نے سنا ہے کہ آپ کے شہر میں احادیث نبوی پر کوئی عمل نہیں کرتا میں حیران ہوں کہ جس شہر میں حدیث نبوی کے ہوتے ہوئے دوسرے لوگوں کی ہدایتوں پر عمل کرتے ہیں۔

تباہ کیوں نہیں ہو جاتا اور عذاب الہی اس پر کیوں نازل نہیں ہو جاتا میں نے سنا ہے کہ شہر میں سیاہ رو و بد بخت مولوی فتوے اور نا معقول روایتوں کی کتابیں کھولے ہوئے مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں اور روپیہ پسہ لے کر لوگوں کو قسم قسم کے حیلے اور جھوٹی تاویلیں بناتے رہتے ہیں مسلمانوں کے حق کو باطل کرتے اور خود بھی غارت ہوتے ہیں یہ تاریخ اسی زمانہ کی لکھی گئی ہے جب سلطان فیروز تغلق کا عہد حکومت تھا جو اس کے عہد کے نامور مورخ کی تاریخ ہے اسی زمانے کی ایک کتاب فتوحات فیروز شاہی کے نام سے ملتی ہے اور ہندوستان کے بیشتر کتب خانوں میں موجود ہے اس زمانے کے ہندوستانی مسلمانوں اور ہندوستان کے عام اسلامی حالات کا اندازہ کرنے والوں کے لئے ہم تھوڑی سی عبارت نقل کرتے ہیں ہمارا دل اس کا ترجمہ کرنے کو نہیں چاہتا اہل علم پڑھیں اور اس زمانے کے عالموں پر نوحہ کریں۔

تومے بلباس دہریہ و ترک و تجرید مرداں راگمرہ می کردند و مریدے ساختند و کلمات کفری گفتند طائفہ ملحداں دا باحتیاں جمع شدہ بودند و خلق را با لحادو اباحت دعوت می کردند دور شب بمقام معین جمع می شدند از مرداں محرم و غیر محرم و شراب درمیان می آوردند و می گفتند این عبادت است دزناں دما دراں و خواہراں بیک دگر دراں شب جمع می آوردند جامہ ہر کہ بر دست کسے ازایشان می افتادمی با او زنا کردے پیران ایشان شیعہ بودند شیعی ہباں کہ ایشاں را روافض می گویند بسبب رفض و شیعہ مرداں را دعوت می کردند و رسالہا دکتابہا دراں مذہب پرداختہ و تعلیم و تدریس پیشہ ساختہ بودند دخلفاء راشدین دام المومینن عائشہ صدیقہ و جمیع صوفیائے کبار رضی اللہ عنہ راسب صریح و شتم قبیح می گفتند دلواطت می کردند قرآن مجید را لملحقات عثمانی می خواندو رسم عادتے کہ در دین اسلام جائز نیست در شہر مسلماناں جبلت شدہ بود کہ عورات در ایام متبرکہ جماعت پالکی سوار دگردوں سوار دڈواسوار داستور سوار فوج فوج و جوق جوق پیادہ از شہر بیروں آمدند و بیزارہا می رفتند۔ آٹھویں صدی ہجری کے اوائل تک مسلمانوں کے حالات کو پڑھ دل روتا ہے کہ اس زمانے کے لوگ کتاب و سنت سے کس قدر دور جا پڑے تھے کوئی کفر ایسا نہ تھا اور کوئی شرک ایسا نہ تھا کوئی بدعت ایسی نہ تھی کوئی رسم رواج ایسا نہ تھا جس کو مسلمان نہ کرنے لگے ہوں مگر اسی زمانے میں اللہ عزوجل نے کچھ تھوڑا سا سامان ایسا بنا دیا کہ ایک ٹمٹماتا چراغ دہلی میں روشن ہو گیا جس نے شرک بدعت کے کے محاذوں کو توڑنا اور رسم و رواج کی اندھیروں میں اجالا کرنا شروع کر دیا چنانچہ مولانا اکبر شاہ صاحب اپنی مشہور کتاب قول حق میں تحریر فرماتے ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری کے ربع اول تک ہندوستان میں کتاب و سنت کی تبلیغ و اشاعت کا کوئی کام اہتمام سے نظر نہیں آتا تھا سلطان محمد تغلق نے تخت نشین ہو کر کتاب و سنت کی اشاعت کا خصوصی اہتمام و انتظام اپنے ہاتھ میں لیا مراسم پرست قاضیوں آبا پرست مقتیوں اور ہوا پرست اماموں کو موقوف کر کے ان کی جگہ مامور کرنے کے لئے کتاب و سنت سے واقف اور کتاب و سنت پر عمل کرنے والے عالموں کی تلاش و جستجو شروع ہوئی اور جہاں تک قابل آدمی مل سکے مذکورہ عہدوں پر مامور کیے سلطان محمد تغلق کو سمجھ دار اور کتاب و سنت سے واقف لوگوں کی کس قدر تلاش تھی اور ایسے لوگوں کا ہندوستان میں کس قدر کال تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کو جب یہ معلوم ہوا کہ خواجہ نصیر الدین ادوھی المعروف بہ چراغ دہلی کتاب و سنت کے عالم اور احادیث نبوی پر عمل کرنے کے شائق ہیں تو سلطان نے ان کو مجبور کیا کہ وہ حضرت شاہ نظام الدین اولیاء کی خانقاء اور زاویہ تہائی کو چھوڑ کر سلطان کی مصاحبت اختیار کریں اور اپنے علم حدیث سے دربار شاہی کو مستفیض ہونے کا موقع دیں۔

خواجہ ممدوح کی طرف سے انکار اور سلطان کی طرف سے اصرار ہوا یہاں تک کہ اس انکار اور اصرار نے ترقی کر کے دونوں میں کشیدگی اور ناخوشی پیدا کر دی اس باخدا روشن خیال اور تبلیغ کتاب و سنت سلطان نے جب شرکیہ اور بدعیہ مراسم کے خلاف کوششیں کیں تو تمام عالم نما جاہل اور مسلم نما بددین لوگ اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اس سے برا یہ کہ سب سے بہتر سلطان کو بدنام کرنے اور اس کے تمام بنے ہوئے کاموں کو بگاڑنے کے لئے مراسم پرست صوبہ داروں آبا پرست فوجی سرداروں نے اور نالائق منشیوں نے متفق ہو کر اور بہت سے خانقاہ نشینوں کو بھی اس سازش میں شریک کر کے سندھ کے ریگستان میں اس کا اور اس کی اولاد کا خاتمہ کر دیا اور اس کے روشن خیال و مدبر وزیر کو دہلی کے قریب بے دردی سے قتل کر کے اطمنیان کا سانس لیا۔

(اخبار اہلحدیث دہلی یکم مئی 1952ء)

عراق عرب کی قدیم بندرگاہ بصرہ ہے یہاں اسلام کے عرب تبلیغ و تاجر آن کر جمیع بلا کر تے تھے اور یہیں سے بحری راستوں کے ذریعے دور دراز ملکوں اور شہروں اور سواحلی آباد پہنچتے اور تبلیغ اسلام کیا کرتے تھے مشرقی 1 ایشیاء کے مسلمانوں کا انہیں مبلغوں اور تاجروں کی مخلصانہ کارگزاریوں کا نتیجہ ہے

یہاں یہ بات غور کرنے کی ہے کہ نبی نوح انسان نے جو علوم فنون عقل کی تیزی سے ہزاروں سال کی محنتوں اور جان کاہوں سے مدون اور واضح کئے تھے اور ان پر بے شمار کتابیں عہد بنی عباس اور بنو امیہ اور فاطمہ میں مسلما 1 نوں نے لکھی اور لکھوائی تھیں اور انہوں نے اس کی توسیع و اشاعت کے لئے ملکوں اور شہروں میں بہت سے ادارے کھول ڈالے اور ان علوم فنون کو ہمارے علماء کر کے دنیا کی تہذیب و تمدن کو چار چاند لگا دیئے اگر ان علوم کی ترقی اور اشاعت مسلمانوں میں ہوتی رہتی تو ہم نہیں جانتے کہ دنیا کے مسلمانوں کا رخ کیا ہوتا اور ان کی منزل کہاں ہوتی مذاہب مخترعہ اور شاعرانہ عیاشی اور مصنوعی تصوف نے ان علوم و فنون کو ایک زبردست دھکا لگا یا کہ اس طرف سے مسلمانوں کی طبائع کا رجحان ہٹ گیا اور علوم عقیلہ اور صحیح فکر و عمل سے وہ بے گانہ ہوتے چلے گئے اور آج وہ ان علوم سے ایسے بے گارنہ بن چکے ہیں۔

کہ گویا ان میں کبھی آئے ہی نہ تھے صرف اپنے بزرگوں کی چند پرانی کتابوں کو لئے پھرتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں کہ ہمارے بزرگ ایسے تھے ہمارے کالج تھے ہماری یونیورسٹیاں تھیں دور حاضرہ کا ایک جرمنی اور امریکی فلاسفر پوچھ سکتا ہے کہ تم بتاؤ تم کیا ہو تو کٹھ جواب بن پڑے گا اور اب یہ ہمارے مسلمان عالم اپنے ماضی کو یاد کر کے اپنے بڑوں پر نوحہ خوانی کرتے رہتے ہیں کبھی یہ شعر بھی پڑھتے ہیں۔ بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے۔ یہ سب پود انہیں کی لگا ئی ہوئی ہے۔

مثنوی مولانا رومی اس زمانے کے تصوف کی اچھی کتاب ہے جس کو آج بے فکرے مسلمان عوام کی محفلوں میں جھوم جھوم کر پڑھنے کا ثواب حاصل کرتے رہتے ہیں مثنوی مولوی و معنوی ہست قرآن در زبان پہلوی مگر صا 2 ف کہلے یہ قرآن سے ہجر بعد ہے۔ 12۔ منہ

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ امرتسری

جلد2 ص674

محدث فتویٰ